مسلمانوں کی سائنسی خدمات: استشراقی رویّوں کا تجزیاتی مطالعہ

SCIENTIFIC SERVICES OF MUSLIMS: AN ANALYTICAL STUDY OF ORIENTALIST ATTITUDES

Shagufta Naveed*, Muhammad Irfan Ahmad**

The Scholar Islamic Academic Research Journal || Web: www.siarj.com ||
P. ISSN: 2413-7480 || Vol. 4, No. 2 || July-December 2018 || P. 25-44

DOI:10.29370/siarj/issue7ar2

URL: https://doi.org/10.29370/siarj/issue7ar2

License: Copyright c 2017 NC-SA 4.0

ABSTRACT:

The remarkable Muslim role in promoting the universal human culture owes to their deep affiliation with knowledge, especially, the scientific one. They availed the old as well as the contemporary civilizations to seek knowledge of all kinds. Consequently, science, technology and the other advanced disciplines developed in the Muslim World. They rendered considerable services in developing the Greek scientific ideology and contributed a lot towards its development. The Muslims handed over these valuable disciplines to the other nations especially to Europe. The modern European civilization owes greatly to the Muslim World for its scientific and technological progress. Europe utilized these priceless disciplines and made a quick journey from the hell of ignorance towards the heaven of knowledge. A particular group of orientalists has been trying to deny the glorious scientific services of the Muslims. They propagate that the Muslims have not played any considerable role in this specific area of knowledge. It is the dire need of the hour to have a meaningful analysis of the philosophy and approach of the Orientalists. This, particular, article has been composed, especially, to fulfill the educational and analytical needs of the present world.

Keywords: Civilization, Muslims, Orientalists , Scientific Services

* PHD Scholar, Islamic Studies, Gift University, Gujranwala, Pakistan. Email:shaguftanaveed1976@gmail.com

** Associate Lecturer, Islamic Studies, Department of Islamic Studies, Universityof Narowal,Narowal, Pakistan. Email:irfan.ahmad@uog.edu.pk

ORCID ID: https://orcid.org/0000-0002-7491-170X

کلیدی الفاظ: تہذیب، مسلمان، مستشرقین، سائنسی خدمات

ا۔ موضوعِ تحقیق کا تعارف:

مسلمانوں نے انسانی تمدن کے ارتقاء میں جو شاندار کردار ادا کیا ہے اس کا ایک اہم سبب ان کی علم و فن سے گہری وابستگی ہے۔ شعور و آگہی کے حصول میں انہوں نے قدیم و معاصر تہذیبوں سے بھرپور استفادہ کیا جس کے نتیجے میں مسلم دنیا میں سائنس، ٹیکنالوجی اور جدید علوم کو بے حد فروغ حاصل ہوا۔ تاریخ انسانی کے دستیاب مصادر اس حقیقت کی تصدیق کرتے ہیں کہ اہلِ یونان کی سائنسی طرزِ فکر کی تحقیق و ترقی کا معاملہ ہو یا اس دانشِ قدیم کی ترویج و اشاعت کے لئے سنجیدہ اقدامات کرنے ہوں، ہر دو اہداف کے حصول میں مُسلم علماء و محققین نے ممتاز و منفرد اور طویل المدت خدمات انجام دی ہیں ۔ انہوں نے یونانی سائنس پر نقد و نظر کرکے باطل نظریات کی نشاندہی کی اور درست نظریات کی تشکیلِ جدید کرکے انہیں مزید مفید اور قابل عمل بنایا۔ بہت سے نئے علوم و فنون دریافت کئے نیز طب، کیمیاء، طبیعیات، فلکیات، جغرافیہ اور ریاضی کے میادین میں قابلِ فخر علمی کارنامے انجام دیئے۔ مسلم حکمرانوں اور امراء نے مسلم سائنس دانوں کی خوب سرپرستی کی، انہوں نے سائنسی ترقی کو انفرادی کام نہ رہنے دیا بلکہ اس کے لئے وسیع پیمانے پر مختلف الانواع ادارے قائم کئے جن میں سائنس دانوں کی ٹیمیں مل کر کام کرتی تھیں۔ بغداد اور مصر کے بیت الحکمت اور دارالحکمت، مختلف مقامات پر قائم رصد گاہیں اور ساری مملکتِ اسلامیہ میں پھیلے ہوئے ہسپتال، اس علم دوستی اور رفاہی بصیرت کے عظیم الشان اور کثیر الجہتی ثبوت ہیں۔ سائنس کو علاقائی سطح سے اٹھا کر بین الاقوامی بنا دیا گیا اور اقوامِ عالم کے علمی سرمایہ کو یکجا کر دیا گیا۔ ہندوستان، وسط ایشیاء، یونان، روم، ایران اور عراق ایسے تمام علاقوں کے علوم کی کتب حاصل کرکے ان کا عربی میں ترجمہ کروایا گیا، اس ضمن میں مختلف زبانوں کے ماہرین کی خدمات حاصل کی گئیں۔ مسلمانوں نے اپنے علم و فن کو بڑی فراخ دلی کے ساتھ دیگر اقوام کی جانب منتقل کیا، چنانچہ اہل یورپ نے اسلامی علوم و فنون سے بھرپور استفادہ کیا۔ یہ انہی علوم کا فیض تھا جس کی بدولت یورپ تاریکی کے دور سے نکل کر روشنی کے دور میں داخل ہوا۔ مسلمانوں سے اہل یورپ کی جانب علوم و فنون کی منتقلی کی داستان کو نہ صرف یہ کہ مسلم مؤرخین بلکہ بعض اعتدال پسند اور غیر جانبدار مستشرقین نے بھی بیان کیا ہے اور اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ جب یورپ جہالت، تاریکی اور توہمات کے عمیق گڑھے میں پڑا ہوا تھا، حالانکہ وہ عیسائیت کو اپنا چکا تھا، تو اس دوران اسلام کے فلسفی، سائنس دان اور دانشور دنیا کو اپنی ایجادات، تخیلات، مشاہدات اور تجربات کے نتائج سے روشن کر رہے تھے۔ ابتداء میں کچھ

انکار اور بعد میں کچھ اعتراف کے ساتھ اب دیانت دار مغربی دانشور جنہوں نے اسلامی علوم و تہذیب کا بغور مطالعہ کیا ہے، تسلیم کرتے ہیں کہ یورپ کا تجدیدِ علوم اور سائنسی تخیل کا زمانہ مسلم مفکرین کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔[1]

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آج مغرب کو اقوامِ عالم پر ہر قسم کی بالا دستی حاصل ہے ۔مُسلمانوں کے علاوہ دُنیا کی تمام اقوام نے اس بالا دستی کو نہ صرف یہ کہ تسلیم کر لیا ہے بلکہ اس کی عاجزانہ تقلید کو بھی باعثِ فخر سمجھ لیا ہے۔دوسری جانب اہلِ مغرب کی اکثریت نہ صرف یہ کہ اس غلبہ کے استحکام کے لئے کوشاں ہے بلکہ ان کا دعویٰ ہے کہ قدیم فہم و فراست کا بڑا حصہ بھی مغربی مفکرین کا تخلیق کردہ ہے۔مغرب نے یہ تأثر قائم کرنے کی انتہائی کوشش کی ہے کہ جدید سائنس صرف مغربی علماء و محققین کی خدمات کا ثمر ہے۔اس ضمن میں مسلمانوں نے جو شاندار کردار ادا کیا ہے اس کے اعتراف میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے۔بد قسمتی سے اس وقت عالمِ اسلام علمی اور سیاسی زوال کے بدترین دور سے گزر رہا ہے۔اسلامی ممالک کے ذہین طلبہ کی ایک بڑی تعداد مغرب کے تعلیمی اداروں میں زیرِ تعلیم ہے اور اسلامی فکر و فلسفہ سے ان کی واقفیت کا بڑا ذریعہ وہ کتب ہیں جن کو مستشرقین نے اپنے مخصوص مقاصد کے پیشِ نظر تحریر کیا ہے۔مستشرقین کی تصنیف کردہ بعض کتب میں جو منظر نامہ پیش کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ سائنس و ٹیکنالوجی کے ارتقاء میں مسلمانوں نے کوئی خاطر خواہ خدمات انجام نہیں دیں، کیونکہ ان کے ذہن پر نفع اندوزی، سخت گیری، رجعت پسندی، خود پسندی اور انانیت چھائی رہتی تھی، ان کا سارا علم یونانی فلسفہ کا چربہ ہے۔یوں انہوں نے یونانی ایجادات کا سہرا اپنے سر باندھنے کی کوشش کی ہے، ان کا ذہن سائنسی صلاحیت سے عاری تھا، انہوں نے ہر دور میں علم کے میدان کو ویران ہی کیا، قضاء و قدر کے نظریہ نے ان کو سادہ، سست اور آزادئ فکر کا مخالف بنا دیا تھا، وہ مقلد محض اور مترجم طبیعت کے لوگ تھے، مالی وسائل کی کمی

[1]Barnald levas,europ Musalmanoo ki Nazar Main, Mutarjum:Masood Ashar, Sang-e-meel publication,Lahore,200, Page:261; Gastoli Ban,Tamadan –e- Arab,Mutarjum:Sayed Ali Bilgarami ,Maqbool Acadimi ,Lahor,tabat–e–doom,1936,Page:523,618;Fauwad,Sezigin, Doctore,Tarikhi Uloom main Tahzim –e- ka Muqam , Mutarjum :Doctor, Khurshid Razvi, Idarah Tahqeeqat– Islami, International isalmic university ,Islamabad,2005,Page:141-156;Muhammad Munir,Sabiq Chif Justice of Pakistan,Islam our Tahzim e HaDhirah, law publishing Company,Lahore,1976,Page:201

نے ان کو سائنسی ارتقاء میں مؤثر کردار ادا کرنے سے روکے رکھا۔ اگر انہوں نے سائنسی علوم کی کوئی خدمت کی بھی ہے تو وہ عرب قومیت کے حامل ہونے کی حیثیت سے انجام دی ہے، مسلمان ہونے کی حیثیت سے نہیں۔ مستشرقین کے پیش کردہ اس منظر نامہ کا مقصد مسلمانوں کی عظیم سائنسی خدمات کو نظر انداز کرنا ہے۔ بد قسمتی سے دورِ حاضر میں مسلمان نوجوان نسل بڑی تیزی کے ساتھ مستشرقین کے اس منفی پروپیگنڈا کا شکار ہو رہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمانوں کی سائنسی خدمات کا تعارف اسلامی مصادر کی روشنی میں پیش کیا جائے تا کہ وہ نہ صرف اپنے شاندار ماضی پر فخر کر سکیں بلکہ ان میں آگے بڑھنے کا حوصلہ بھی پیدا ہو سکے۔ مستشرقین کے مسلمانوں کی سائنسی خدمات سے متعلق رویوں کی حقیقت کا جائزہ لینے کے لئے مسلم تاریخ کا تجزیاتی مطالعہ از حد ضروری ہے۔ اسی علمی و فکری ضرورت کو پورا کرنے کے لئے زیرِ نظر تحقیقی مضمون کے لئے "مسلمانوں کی سائنسی خدمات: استشراقی رویّوں کا تجزیاتی مطالعہ" کے موضوع کا انتخاب کیا گیا ہے۔

موضوع زیرِ بحث کا براہِ راست تعلق مُسلم تاریخ، مسلمانوں کی سائنسی خدمات، مستشرقین اور تہذیبی ارتقاء سے متعلق اقوامِ عالم کی کاوشوں سے ہے۔ ان مختلف الانواع پہلوؤں پر مسلم علماء و محققین کی بہت سی نگارشات منظر عام پر آچکی ہیں۔ لیکن یہ سارا علمی و تحقیقی مواد اُن رویوں پر بحث نہیں کرتا جو مستشرقین نے مسلمانوں کی سائنسی خدمات سے متعلق اختیار کئے، لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ موضوع زیرِ بحث پر غیر جانبدارانہ اور تحقیقی نظر کی جائے۔ اس مخصوص علمی و فکری اور نظریاتی پسِ منظر میں مقالہ ہذا کی صورت میں پیش کردہ تحقیقی و تجزیاتی کام عصری افادیت کا حامل ہے۔ اُمید ہے کہ مقالہ میں زیرِ بحث آنے والے نکات کی تشریح و توضیح سے نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کی علمی شان کی وضاحت ہو گی بلکہ مستقبل میں مسلمانوں کی نوجوان نسل کو تحقیقی میدان میں کام کرنے کا حوصلہ بھی فراہم ہو گا۔ مقالہ ہذا میں تحقیق کے لئے بیانیہ اور تجزیاتی طریقہ ءکار کو اپنایا گیا ہے۔ کُتب، تحقیقی مقالہ جات اور انٹرنیٹ کی مدد سے مواد حاصل کیا گیا ہے۔ مقالہ ہذا کو تین اجزاء میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے جُزو میں موضوعِ تحقیق کا تعارف پیش کیا گیا ہے، اس ضمن میں مسلمانوں کی سائنسی میدان میں خدمات اور ان کے پسِ منظر کو بیان کیا گیا ہے اور مقالہ ہذا کے عنوانات سے متعلق کی گئی داخلی تقسیم واضح کی گئی ہے۔ دوسرے جُزو میں مسلمانوں کی سائنسی خدمات سے متعلق استشراقی رویوں کا جائزہ لیا گیا ہے، تیسرے جُزو میں خلاصہ ءبحث تحریر کیا گیا ہے۔

۲۔ مسلمانوں کی سائنسی خدمات سے متعلق استشراقی رویوں کا تجزیہ

مستشرقین، علم وادب اور مذہب کی تعلیمات سے متعلق وہ غیر مسلم لوگ ہیں جن کا تعلق مغربی دنیا سے ہے، انہوں نے اسلام اور اسلامی علوم کے تجزیہ و تنقید کے لئے زندگیاں وقف کر دیں۔ اس طبقہ کی ایک غالب اکثریت نے مسلمانوں کو ان کے دین سے برگشتہ کرنے، ان کے ماضی کے بارے میں بدگمانیاں پیدا کرنے اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی ہے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کر کے اپنی من مانی تاویلات کریں اور شعائرِ اسلام کی مسخ شدہ تصویر پیش کریں، مسیحیت کی برتری کو ثابت کریں، عالم اسلام میں ناامیدی اور انتشار کو پیدا کریں، اصلاحِ مذہب کے نام پر اسلام کا حلیہ بگاڑ دیں اور اسلامی تہذیب کی تحقیر کریں۔ ان اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے انہوں نے قرآن، حدیث، سیرت طیبہ، عقائد، فلسفہ، تاریخ، جغرافیہ، ادبیات، سیاسیات، معاشیات، سائنس، قانون، شریعت، فنون اور جمالیات الغرض اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے مختلف علمی میادین میں مطالعات کئے، ان مطالعات کی تشہیر کتب و رسائل اور دیگر علمی و صحافتی ذرائع سے کی گئی۔ ان مطالعات میں مسلمانوں کی سائنسی خدمات کے بارے میں مستشرقین نے جن روّیوں کا اظہار کیا انہیں درج ذیل نکات کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔

I- مسلم سائنس دانوں پر دیگر اقوام سے اخذ و استفادہ کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرنے کا الزام:

مسلمان علم و حکمت کو اپنی گمشدہ میراث خیال کرتے ہیں، وہ کسی دوسری قوم سے علمی اخذ و قبول کو باعث عار نہیں سمجھتے۔ مسلمانوں کی اس علمی بے تعصبی کے برعکس بعض قدامت پسند مستشرقین کا مسلم سائنس دانوں پر الزام ہے کہ وہ دوسری اقوام سے علوم و فنون کے حصول میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں، ان کا موقف ہے کہ مسلمان اس عمل کو "بدعت" خیال کرتے ہیں، یعنی کافروں کی نقل کو بدعت سمجھ کر ترک کر دیا جاتا ہے۔ اس الزام کی نوعیت کو مغربی مؤرخ برنارڈ لیوس اس طرح واضح کرتا ہے:

> "بدعت کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ کافروں کی نقل کی جائے۔ آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث ہے کہ جو شخص جن لوگوں کی نقل کرتا ہے وہ ان میں سے ہے، اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ کافروں سے مخصوص افعال و اعمال اختیار کرنا یا ان کی نقل کرنا بذات خود کافرانہ فعل ہے۔ چنانچہ مسلم فقہاء اور علماء جہاں بھی مسلمانوں کو یورپ اور کافروں کی نقل کرتے دیکھتے ہیں تو اس کی مخالفت کرتے ہیں اور اسے اسلام کے خلاف قرار دیتے

ہیں۔ قدامت پرست لوگوں نے اسے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا اور سائنس اور ٹیکنالوجی حتیٰ کہ یورپی طریقہ ٔعلاج کو بھی کافرانہ حرکات قرار دیا۔"[2]

مستشرق موصوف کا یہ بیان انتہائی جانب دارانہ ہے، حقیقتِ حال یہ ہے کہ مسلمانوں نے مفید علم کے حصول میں کبھی کسی تعصّب اور تنگ نظری کو آڑے نہیں آنے دیا۔ فنِ حرب، توپ خانہ اور معدنیات کے علوم میں مسلمانوں نے اہلِ مغرب سے بڑی مدد لی ہے۔ مسلمانوں کی علمی تاریخ اس حقیقت کی گواہ ہے کہ انہوں نے غیر مسلم ماہرینِ علم وفن سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ تاریخِ اسلام کے مختلف ادوار سے اس کی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ مستشرق ڈی اولیری، مسلمانوں کے غیر مسلم معماروں اور ان کے فنون سے استفادہ کی تاریخ کو اس طرح واضح کرتا ہے:

"بنی امیہ کے پہلے خلیفہ معاویہؓ کے تحت ایک نئی قسم کا طرزِ تعمیر پیدا ہوا، جنہوں نے کوفہ کی مسجد کی تعمیر میں ایرانی غیر مسلم معماروں سے کام لیا اور انہوں نے اس اندازِ تعمیر پر کام کیا جو پہلے سے ساسانی بادشاہوں کے زمانے میں مروّج تھا۔"[3]

مستشرق موصوف نے مزید لکھا ہے:

"خلیفہ معاویہؓ نے مکے کی مرمت میں اینٹ اور چونا استعمال کیا اور مرمت کا کام انجام دینے کے لئے ایرانی کاری گروں سے کام لیا۔ 124ھ میں بنی امیہ کے خلیفہ نے مکّہ میں طوفان سے جو نقصان پہنچ گیا تھا اس کی مرمت کرائی اور اس کے لئے شام کے ایک عیسائی معمار سے کام لیا۔"[4]

---

[2] Benold Lewis , Europe Musalmanoo ki Nazar Main,Page:259-260

[3] D o liry,Philospha e- Islam,Mutarjum :Ihsan Ahmad , Book Home, Lahore,2003,Page:81

[4] D o liry,Philospha e- Islam,Mutarjum :Ihsan Ahmad , Book Home, Lahore,2003,,Page:81-82

یہی مصنف خلیفہ ولید کے طرزِ استفادہ کو اس طرح واضح کرتا ہے:

"خلیفہ ولید کے زمانے میں قسطاط کی قدیم مسجد، جو اب مسجد عمرو کے نام سے مشہور ہے، اس کو یحییٰ بن حنظلہ نے از سر نو تعمیر کیا جو غالباً ایرانی تھا۔ پرانی مسجد محض احاطے پر مشتمل تھی۔ اس کے بعد قدیم ترین مسجد، قاہرہ میں مسجد ابن طولون ہے، اس کا معمار بھی غیر مسلم تھا۔ یہ عیسائی تھا اور اس کا نام ابن کاتب الفرنگی ہے۔"[5]

مسلم ماہرینِ علم و فن کی دیگر اقوام سے اخذ و استفادہ کی صلاحیت کو معروف ترک مفکر ڈاکٹر فواد سیزگین یوں بیان کرتے ہیں:

"مسلمان علماء نے اپنے پیش روؤں سے اخذ و استفادہ کیا اور پہلی تین ہجری صدیوں میں وہ اخذ و استفادہ پر مجبور تھے، انہوں نے یونانیوں سے، ہندوؤں سے، ایرانیوں سے، سریانیوں سے استفادہ کیا اور ان سب اقوام کی کتابوں کا ترجمہ کیا۔ ساتھ ہی ساتھ انہیں آغاز کار میں یہ ضرورت بھی تھی کہ ان پیش روؤں کی کتابوں کو سمجھنے کے لئے ان کے جانشینوں کی مدد لیں کیونکہ وہ اصحاب دانش کے ساتھ اور ان لوگوں کے ساتھ جو واسطے کا کام دے سکتے تھے، ایک ہی معاشرے میں رہ رہے تھے، یہیں سے ہم اس سبب کو سمجھنے کے لائق ہوتے ہیں جس نے ان کے دلوں سے غیر قوم کے اساتذہ کے سامنے متکبرانہ روش اختیار کرنے کی نفسیاتی گرہ دور کر دی، انہیں ان کے روبرو تواضع کا رویہ اختیار کرنے پر آمادہ کیا اور اپنی تنقید میں تردّد یا احتیاط کا ایک خاص موقف اختیار کرنے پر مائل کیا۔"[6]

[5] D o liry,Philospha e- Islam,Mutarjum :Ihsan Ahmad , Book Home, Lahore,2003,Page:82

[6] Fauwad Sezigin,Doctore,Tarikhi Uloom main Tahzim –e- ka Muqam,Page:30-40

مسلمانوں کے بہت سے فنون مشرق کے مسیحیوں اور ساسانیوں سے ماخوذ ہیں۔ مصر، شام اور عراق کے مسیحی فنون میں آرائش کی چند ایک ایسی نمایاں خصوصیات پائی جاتی ہیں جو عہدِ اسلام کے دورِ اوّل کی عمارات میں بھی موجود ہیں۔ زیورات، پارچہ بانی، قالین بانی اور ہاتھی دانت کی کنندہ کاری میں جو مہارت مسیحی ہنر مندوں میں موجود تھی وہ اسلامی آرٹ پر بھی اثر انداز ہوئی۔[7] دیگر اقوام سے علمی، فنی اور صنعتی استفادہ کی مسلم روایت کے مختلف تاریخی مراحل پر نظر ڈالتے ہوئے مستشرق برنارڈ لیوس ترکی کے عثمانی سلاطین کی جرأت مندانہ اور بصیرت افروز حکمت عملی کو اس طرح واضح کرتا ہے:

> "عثمانی سلطان اور ان کے وزراء یورپی ٹیکنالوجی کی اہمیت سے اچھی طرح آگاہ تھے اور اپنے مقاصد پورے کرنے کے لئے یورپ سے ماہرین بلاتے تھے۔ لیکن قدامت پرست مذہبی عناصر کی طرف سے ہمیشہ ان کی مخالفت کی جاتی تھی۔ ان عناصر کی جانب سے کافروں کی ٹیکنالوجی اختیار کرنے کی اتنی مخالفت نہیں کی جاتی تھی جتنی مقامی ٹیکنالوجی کی ترقی روکنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ مسلمانوں کے پاس اتنی طاقت اور اتنے اختیارات تو تھے کہ وہ بیرون ملک سے ماہرین بلالیں لیکن قدامت پسند علماء کے زیر اثر مدارس اور مکتبوں میں جو نظام تعلیم رائج تھا اس کے ذریعہ اپنی ٹیکنالوجی پیدا کرنے کا اختیار کسی سلطان کے پاس نہیں تھا۔ ان تمام مشکلات کے باوجود عثمانی دوسرے مسلم ملکوں کے مقابلے میں بہتر پوزیشن میں تھے۔ عثمانی سلطان اور ان کے وزراء کم سے کم مغربی ٹیکنالوجی کی اہمیت دیکھ تو رہے تھے اور کبھی کبھی محدود پیمانے پر ہی سہی اختراعات کے لئے تدابیر بھی اختیار کر رہے تھے۔ ان صدیوں میں عثمانی نہ صرف یورپ کے ترقی یافتہ ہتھیاروں کا مقابلہ کر رہے تھے بلکہ اپنی بعض ایجادات و اختراعات میں ان سے آگے بھی تھے۔ سولہویں اور سترہویں صدی کے بعض یورپی مبصروں نے عثمانیوں کی اس

[7] M,S, Diamond,Musalmaoon k Fanoon, Mutarjum :Shaikh Anayat Ullah , Punjabi Adbi Acadmi , Lahore,1964,Page:22-29

سرعت رفتار ترقی کا ذکر کیا ہے جس سے انہوں نے یورپ کے ہتھیاروں اور گولہ بارود کی نقل کی اور ان میں تبدیلیاں بھی کیں۔"[8]

استشراقی فکر کے حامل مؤرخین کے درج بالا بیانات سے جو نتائج اخذ ہوتے ہیں ان کا خلاصہ اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے:

ا۔ مسلمانوں نے قدیم ایران کے ساسانی بادشاہوں کے طرزِ تعمیر سے خوب استفادہ کیا۔

ب۔ مسلمانوں نے غیر مسلم معماروں خصوصاً عیسائیوں سے خدمات حاصل کرنے میں کبھی کوئی عار محسوس نہیں کی۔

ج۔ مسلم علماء نے غیر مسلموں کے علمی ورثہ کو قبول کرنے میں تکبر کے بجائے تواضع کا رویہ اختیار کیا۔

د۔ تاریخ اسلام کے بعض ادوار میں قدامت پرست مذہبی عناصر کی اقلیت نے غیر مسلم ہنرمندوں اور ان کے علمی ورثہ سے فائدہ اٹھانے کی مخالفت ضرور کی مگر مسلم امہ کی ایک بڑی اکثریت غیر مسلموں سے اخذ واستفادہ کرنے کی نہ صرف حامی رہی بلکہ عملاً ایسا کیا بھی گیا۔ اس ضمن میں اموی وعباسی خلفاء اور عثمانی سلاطین کا کردار قابلِ تحسین ہے۔ یاد رہے کہ ان حکمرانوں کو روشن خیال مسلم علماء کی حمایت حاصل رہتی تھی۔

II- مسلمانوں کی سائنسی ایجادات اور ان کے نظریات کو اہل مغرب کی طرف منسوب کرنا:

مسلمانوں نے سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں بہت سی خدمات انجام دیں، اہلِ مغرب کے بعض متعصب مؤرخین نے ان خدمات اور ایجادات و اصطلاحات کو اہلِ مغرب کی طرف منسوب کر دیا اور مسلمانوں کا ذکر تک نہیں کیا، Robert Briffault نے اس علمی وسائنسی سرقہ کی نشاندہی بڑی جرأت سے کی ہے۔ اس ضمن میں اس نے قطب نما، الکوحل اور بارود کی مثالیں پیش کی ہیں۔ ان اشیاء کے موجد مسلمان تھے جبکہ مغربی دنیا میں یہ

[8] Benold Lewis , Europe Musalmanoo ki Nazar Main,Page:259-260

ایجادات مغربی علماء کے حوالے سے جانی جاتی ہیں۔[9] اختلاف قمر (Variation) کے بارے میں مسلمان ماہر ہئیت ابوالوفاء بوزجانی نے سب سے پہلے معلومات دیں، اس نے ثابت کیا کہ سورج میں کشش ہے اور چاند گردش کرتا ہے نیز زمین کے گرد چاند کی گردش میں سورج کی کشش کے اثر سے خلل پڑتا ہے اور اس وجہ سے دونوں اطراف میں زیادہ سے زیادہ ایک ڈگری پندرہ منٹ کا فرق ہو جاتا ہے، اس نظریے کی تصدیق و توثیق بوزجانی کا نام لے کر سولہویں صدی عیسوی میں معروف ہئیت دانTycho Brahe نے بھی کی۔ اس حقیقت کے برعکس اہل مغرب اس دریافت کوTycho Brahe سے منسوب کرتے ہیں۔[10] بہت سے یورپی دانشورRoger Bacon کو بارود کا موجد قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ تو محض مسلمانوں کا خوشہ چین ہے۔ معروف فرانسیسی مؤرخ گستاؤلی بان کا بیان ملاحظہ ہو:

> "ایک مدت سے بارود کی ایجاد راجر بیکن کی طرف منسوب کی جاتی ہے، فی الواقع اس نے البرٹ اعظم کے محض ان پرانے نسخوں کی تجدید کی جسے مارکس گریکس نے اپنی اس کتاب میں جو1230ء میں لکھی گئی اور جس کا نام المیزان المحرقة للاعداء تھا۔ درج کیا ہے یا اکثر نسخے بارود کے نسخے سے ملے ہوئے ہیں لیکن استعمال بطور فیتوں کے ہوتا تھا اور یہ نسخے اور کل نسخہ جات ازمنہ وسطیٰ کے عربوں سے ماخوذ ہیں۔"[11]

جدید سائنسی فکر کی بنیاد "تجربہ ومشاہدہ" ہے، اس فکر کے بانی مسلمان ہیں، مسلمانوں سے قبل اہل یورپ کے ہاں اساتذہ کی آراء کا تکرار ہی علم کہلاتا تھا۔ مسلمانوں نے اہلِ یورپ کو تجرباتی سائنس اور اس کی جزیات سے آگاہ کیا، اس تاریخی حقیقت کے برعکس بعض مستشرقین یہ راگ الاپتے سنائی دیتے ہیں کہ "تجربہ ومشاہدہ" کا طریقہ

[9] RobetBriffault, The Legacy of Islam, Oxford University Press, London, 1949, P: 326

[10] Hameed Askari,Namwar Musalman Sacience Dan , Majlis, Taraki-e-Adab,Lahore,Tabat –e- Doom ,1994,Page:265

[11] Gastoli Ban,Tamadan –e- Arab,Page:618

یورپ میں اہلِ روم و یونان کی وساطت سے رائج ہوا اور Roger Bacon تجربی تحقیق کا موجد ہے۔[12] مستشرقین کے اس منفی پروپیگنڈے کی تردید گستاؤلیبان کے اس بیان سے ہوتی ہے:

"عربوں کا طریقہ، تحقیق و مشاہدہ تھا، اس کے برعکس اس وقت کے یورپ کا طریقہ اساتذہ کے کلام کو پڑھنا اور انہی کی آراء کو بار بار بیان کرنا تھا۔ ان دونوں (مسلمان اور یونان) میں بہت ہی اصولی فرق تھا اور اس فرق کو مدنظر رکھے بغیر ہم عربوں کی علمی تحقیقات کی پوری قدر نہیں کرسکتے۔"[13]

درج بالا بحث کے نتائج کو ان نکات کی صورت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

الف۔ متعصب مستشرقین نے مسلمانوں کی بعض سائنسی ایجادات اور ان کے نظریات کو اہلِ مغرب کی طرف منسوب کردیا اور اس ضمن میں مسلمانوں کے کسی کردار کو واضح نہیں کیا۔

ب۔ اہلِ مغرب کی اکثریت اس حقیقت کو واضح کرنے میں جھجک محسوس کرتی ہے کہ مسلمانوں سے قبل اہلِ یورپ کے ہاں اساتذہ کی اندھی تقلید کو ہی علم کا نام دیا جاتا تھا۔ یہ سہرا مسلمانوں کے سر ہے کہ انہوں نے سابقہ علم کو "تجربہ و تنقید" کی کسوٹی پر پرکھنے کو رواج دیا۔

ج۔ اہلِ یورپ نے تحقیق و تنقید اور تجربہ و مشاہدہ کے عظیم اصول مسلمانوں سے اخذ کیے ہیں نہ کہ اہلِ یونان سے۔

III- مسلمانوں کی تصانیف اور ان کے ناموں کے بارے میں منفی رویے:

مسلمان سائنس دانوں کے علمی مقام کو کم کرنے کے لئے بعض اوقات اہلِ مغرب نے مسلمانوں کی تصانیف پر کسی مغربی عالم کا نام درج کردیا۔ Encyclopedia Birtannica میں لفظ جابر (Geber) کے تحت ایک ایسے مترجم

[12] Encyclopedia Britanica, London, 1962, Vol:2, P: 890

[13] Gastoli Ban,Tamadan –e– Arab,Page:400

کا نام دیا ہوا ہے جس نے معروف مسلم کیمیا دان جابر بن حیان کے ایک لاطینی ترجمہ کو اپنی تصنیف بنالیا تھا۔[14] اسی طرح ابن الجزار کی کتاب "زاد المسافر" کا لاطینی ترجمہ "Viaticum" کے نام سے کیا گیا ہے اور اصل مصنف کی جگہ قسطنطین افریقی کا نام لکھا گیا ہے۔[15] بعض اہلِ مغرب مسلمان سائنس دانوں کے نام اس انداز میں لکھتے ہیں کہ ان پر انگریزی نام ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ دور جدید کا طالب علم آسانی سے اہلِ مغرب کی اس غلط بیانی کو حقیقت تسلیم کر کے اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ ان علماء کا تعلق مغربی دنیا سے ہے۔ مثلاً ابن سینا کو Avicenna، ابن الہیثم کو Al-Hazen، جابر بن حیان کو Geber، زکریا الرازی کو Razhes، الزرقالی کو Arzachel، علی بن عباس کو Halay Abbas، ابن وافد کو Abengeofit، ابن رشد کو Averroes، ابن زہر کو AvenZoar اور ابو القاسم الزہراوی کو Abulcasis کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس لفظی الجھاؤ کا مقصد مسلمانوں کی خدمات پر پردہ ڈالنا ہے۔

IV- مسلمانوں پر الزام کہ ان کی علمی دلچسپیوں کا آغاز "بیت الحکمت" کے قیام سے ہوا:

اسلام فروغِ علم کی ایک عالمی تحریک ہے، اس مذہب کا پہلا پیغام ہی تعلیم و تعلّم کے لئے تحرک و ترغیب فراہم کرتا ہے۔ مستشرقین کی ایک بڑی اکثریت اس خیال کی حامل ہے کہ اہلِ عرب اسلام کے ابتدائی ایام میں بڑے سادہ لوح تھے، وہ نئے علوم کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔ عہد بنی عباس میں "بیت الحکمت" کے نام سے قائم ہونے والے تعلیمی ادارے نے مسلمانوں کو علمی، فنی اور سائنسی میدان کی اہمیت سے آگاہ کیا۔[16] مستشرقین کا یہ تاثر مسلمانوں کی علمی تاریخ کے مختلف مراحل سے ناواقفیت کی بناء پر تشکیل پایا ہے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ مسلمانوں میں بھرپور علمی سرگرمیوں کا آغاز عہد رسالت میں ہی ہو گیا تھا۔ ان سرگرمیوں کو وسعت و استحکام بخشنے

---

[14] Gulam Jilani Barq,Doctor, Europe Per Islam k Ihsan ,Ilmi Printing Press,Lahore,1981,Page:28

[15] Robert Brifault, Tashkeel – e- Insaniyat,Mutarjam : Abdul Majeed Salik, Lahore, 1958,Page:262

[16] Hitti, P.K., History of the Arabs, Macmillan, London, 1968, Page:110

میں خلفاءِ راشدین نے اپنے اپنے عہد میں فعال کردار ادا کیا۔ ان اساسی ادوار میں قرآن وحدیث کی جمع وتدوین سے متعلق ضروری اقدامات کے علاوہ مختلف علوم کی تفہیم وترویج کے لئے حلقہ ہائے درس کا وجود عمل میں آیا۔ عہدِ بنو امیہ اور عہدِ بنو عباس میں سیرت، فقہ، کلامی مباحث اور سائنسی طرزِ فکر سے متعلق علوم وفنون کو وسعت عطا ہوئی۔ مسلمانوں نے بلا جھجک موجود علوم سے استفادہ کیا۔ علاقہ، زبان، مذہب اور نسل کے تعصب سے آزاد ہو کر مختلف قوموں کی ثقافتوں، زبانوں اور میراث علمی کو ایک جگہ جمع کیا۔ یوں "بیت الحکمت" مسلمانوں کی علمی تحریک کی ابتداء نہیں، بلکہ ارتقائی سفر کا ایک قابلِ ذکر حصہ اور مرحلہ ہے۔

V- مسلمانوں پر یونانیوں کا مقلد ہونے کا الزام:

یونانی علوم سے مسلمانوں کا تحقیقی وتنقیدی انداز میں استفادہ ایک تاریخی حقیقت ہے، بعض مستشرقین اس علمی اخذ وقبول کو محض نقالی قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جدید سائنس کے ارتقاء میں مسلمانوں کے دل ودماغ کی کوئی صلاحیت کارفرمانہ تھی۔ Care Devaux کا بیان ہے کہ مسلمانوں سے یونانیوں کے مشابہ مستحکم سائنسی فکر کی امید ہی نہیں کی جاسکتی تھی۔ عرب تو محض یونانیوں کے شاگرد ہیں، ان کی سائنس محض یونانی سائنس کا تسلسل ہے۔[17] اریخی اعتبار سے یہ بیان غلط ہے، یونانیوں کی محدود سوچ اور مسلمانوں کی وسعت فکر پر گستاؤلی بان کی شہادت ملاحظہ ہو:

> "علم کیمیاء میں عربوں نے جو کچھ یونانیوں سے پایا تھا وہ بہت ہی کم تھا، وہ بڑے بڑے مرکبات جن سے یونانی بالکل ناواقف تھے مثلاً الکحل، گندھک کا تیزاب، ماء الملوک وغیرہ کو عربوں نے ہی ایجاد کیا۔"[18]

ڈاکٹر غلام جیلانی برق مسلمانوں کے طرزِ مطالعہ ومشاہدہ پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

---

[17] Care Devaux, The legacy of Islam,Oxford University Press, London,1950,Page: 376

[18] Gastoli Ban,Tamadan –e– Arab,Page:435

"مسلمانوں کے مطالعہ ءکائنات کا انداز یونانیوں سے مختلف تھا۔ یہ لوگ ہر چیز کو اپنی آنکھ سے دیکھتے۔ تجربہ کرتے، تجربات کو دہراتے اور پھر پورے وثوق کے بعد نتائج قلم بند کرتے تھے۔"[19]

مشرق و مغرب میں علمی تاریخ سے متعلق دستیاب باوثوق مصادر کے تجزیہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مسلمان اپنے پیش رووں کے مقلدِ محض ہر گز نہ تھے، بلکہ جانچ پرکھ اور تنقید کے صحت مند معیاروں کے قائل تھے،ان پر کمزور تنقیدی صلاحیت کا الزام لگانا درست نہیں۔ مسلمان سائنس دانوں نے تقلید کے بجائے صحت مند تنقید کی راہ اپنائی، اس تنقید کو انصاف، راست بازی اور احتیاط کے اعلیٰ اخلاقی اصولوں کا پابند رکھا۔ اس ضمن میں جابر بن حیان کی تنقید بڑی خوبصورت مثال ہے جو دواؤں کی قوتوں کے سلسلے میں جالینوس کی مقرر کردہ ترتیب سے متعلق اس نے بڑی شدت سے کی ہے۔ جابر نے جالینوس کی بیان کردہ ترتیب کو غیر معتبر قرار دیا ہے۔ مختلف جزئیات پر تنقید کرتے ہوئے جابر کہتا ہے کہ جالینوس پر ناواقفیت کا غلبہ ہے۔ اس نے وہ غلطی کی ہے جو ضرب المثل بن گئی ہے۔[20] مسلمانوں کی تنقیدی اخلاقیات کی بہترین وضاحت البیرونی کے اس قول سے ہوتی ہے:

"میں نے وہی کیا ہے جو ہر انسان پر واجب ہے کہ اپنے فن میں کرے، یعنی اس فن میں جو لوگ اس سے پہلے ہو گزرے ہیں، ان کے اجتہادات کو قبول کرے، اور اگر کچھ خلل پائے تو بے جھجک اس کی اصلاح کر دے، اور جو کچھ خود اسے سوجھے، اسے اپنے بعد آنے والے متاخرین کے لئے بطور ایک یادداشت محفوظ کر جائے۔"[21]

مسلمانوں کے مقلدِ محض اور نرے نقّال ہونے کی تردید پرنسٹن یونیورسٹی، امریکہ کے معروف پروفیسر Bernord Lewis جو کہ مشرقِ وسطیٰ کی تاریخ پر سند تسلیم کئے جاتے ہیں، نے ان الفاظ میں کی ہے:

[19] Gulam Jilani Barq,Doctor, Europe Per Islam k Ihsan,Page:148

[20] Jabir Bin Hayyan, P, Kraus, Cairo, 1943, Page: 326-330

[21] Al Beroni,Al Qanoon al Masoodi, Qahira,San Nadarad, Volum:1,Page:4-5

"مسلم سائنس کے کلاسیکی دور کا آغاز ایرانی، ہندوستانی اور سب سے زیادہ یونانی سائنسی کتابوں کا ترجمہ کرنے سے ہوا۔ اگرچہ ترجمہ کرنے کی مہم گیارہویں صدی میں ختم ہو چکی تھی تاہم اسلامی سائنس پر اس کے بعد تک کام جاری رہا۔ مسلمان سائنس دانوں نے طب، زراعت، جغرافیہ اور حربی فنون جیسے مختلف اور متضاد علوم کے شعبوں تک اپنی تحقیق اور عملی تجربوں میں بہت اضافہ کیا۔"[22]

اس اقتباس کے آخری الفاظ یعنی "اپنی تحقیق اور عملی تجربوں میں بہت اضافہ کیا" اس حقیقت کے عکاس ہیں کہ مسلمانوں کا اہلِ یونان اور دیگر اقوام سے اخذ و استفادہ نقل، ترجمہ اور اندھی تقلید تک محدود نہ تھا بلکہ انہوں نے اپنی اجتہادی بصیرت سے گراں قدر اضافے کئے۔ یہ اضافے نہ صرف مسلمانوں کے لئے مفید ثابت ہوئے بلکہ اہلِ یورپ نے مسلمانوں کے واسطے سے جو یونانی علم حاصل کیا اس میں مسلمانوں کے اضافہ جات بھی شامل تھے۔

VI- مسلمانوں کو نظر انداز کر کے یونانی علماء کی خدمات کا اعتراف:

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے یونانی علماء کی خوشہ چینی کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے فکر و فلسفہ پر گہرا نقد بھی کیا، انہوں نے باطل نظریات کی نشاندہی کی اور درست نظریات کو وسعت عطا کی، اسی مسلسل عمل کے ذریعے انہوں نے یونانی علم کو مزید مفید اور قابلِ عمل بنا دیا۔ ان کے تحقیقی، تخلیقی اور تنقیدی اضافہ جات نے جدید سائنسی نظریات کی بنیاد رکھی۔ مسلمانوں نے اپنے سائنسی فکر و فن کو وسعتِ قلبی اور فیاضی کے ساتھ دیگر اقوام خصوصاً اہلِ مغرب کو منتقل کر دیا۔ اہلِ مغرب کا علمی و تہذیبی استحکام بڑی حد تک مسلمانوں کے اس علمی ورثہ کا مرہون منت ہے۔ اس کے برعکس دورِ جدید کے بعض اہلِ مغرب، مسلمانوں کی علمی و سائنسی خدمات کا اعتراف کرنے کے بجائے مغرب کی نشاۃ ثانیہ کی ساری تحریک کا سہرا یونانی علماء کے سر باندھتے ہیں۔ معروف فرانسیسی مؤرخ گستاؤ لیبان مستشرقین کے علمی تعصب کو اس طرح واضح کرتا ہے:

[22] Bernold Lewis, Europe ,Musalmanon ki Nazar Main, Page:256

"ہماری کم بخت تعلیم نے ہمارے ذہنوں میں یہ بات راسخ کر دی ہے کہ ہمارے تمام علوم و فنون کا ماخذ یونان ہے اور یورپ کی تہذیب میں مسلمانوں کا کوئی حصہ نہیں۔ ہم میں سے بعض کو یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہ ہماری ترقی و تہذیب کا باعث ایک کافر قوم ہے۔"[23]

قابلِ غور امر یہ ہے کہ فاضل مؤرخ نے مسلمان قوم سے روا رکھے جانے والے علمی تعصّب کو تسلیم کرنے میں جس"بے تعصّبی"کا مظاہرہ کیا ہے لفظ " کافر" کے استعمال کے بعد اس کی کیا اخلاقی حیثیت رہ جاتی ہے؟ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ یورپ کے علمی و صنعتی انقلاب کے مختلف مراحل کو واضح کرنے والی کتب میں مسلمانوں یا عربوں کا کوئی ذکر نہیں کیا جاتا۔ اہلِ روم و یونان کا براہ راست ذکر کرکے کسی درمیانی واسطے کے وجود کا عملی انکار کیا جاتا ہے، مسلمانوں کی سائنسی خدمات کی فراموشی اور اہل روم و یونان کی قدر دانی کی حقیقت واضح کرتے ہوئے محمد احسان الحق سلیمانی لکھتے ہیں:

"در حقیقت یورپ جب ظلمت اور جہالت کے دور سے باہر نکلا تو یونان اور روما جو کبھی عیسائیت کے دشمن تھے، حلقہ بگوش مسیحیت ہو چکے تھے۔ لیکن اسلام تثلیث کا دشمن بن چکا تھا۔ احیائے علوم و فنون کے بعد یورپ نے اس میں لطف محسوس کیا کہ وہ سائنسی ترقی کا خراج اپنے دشمن کو پیش کرنے کی بجائے یونان اور روما کی اس شعبے میں اولیّت کو تسلیم کرے۔"[24]

بعض اہلِ یورپ خصوصاً مستشرقین کے اس عمومی رجحان کا علمی طور پر رد کرنے کی ضرورت ہے کہ سائنسی علوم کی تاریخ میں پہلے یونان کے دور اور اس کے فوراً بعد یورپ کی تحریکِ احیائے علوم کے مرحلے کو جگہ دی جائے۔ حالانکہ یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ اہلِ یونان سے قبل بھی اڑھائی ہزار سال کی علمی تاریخ موجود ہے، جو

[23] Gastoli Ban,Tamadan –e– Arab,Page:523

[24] Muhammad Ihsan ul Haq Sulemani, Musalman Europe Main,Maqbool Academy,Lahore,1975,Page:333

انہیں ورثہ میں ملی، اور پھر یونانی دور اور احیائے علوم کے دور کے درمیانی عرصے میں مسلمانوں کی بیش قیمت علمی خدمات آتی ہیں جن کے بغیر تاریخِ علوم کا تسلسل بر قرار نہیں رہ سکتا۔ اس درمیانی مرحلے سے چشم پوشی کرکے مستشرقین علمی تاریخ کو ہی مسخ نہیں کر رہے بلکہ اپنے پاس موجود علوم و فنون کی قدر و قیمت میں بھی کمی کر رہے ہیں۔

VII-جابر بن حیان پر ایک افسانوی کردار ہونے کا الزام:

جابر بن حیان معروف مسلم سائنس دان ہے، اسے کیمیاء کا باوا آدم تسلیم کیا جاتا ہے۔ یورپ میں اس کی تصانیف سند کا درجہ رکھتی ہیں۔ مستشرق پی۔ کراؤس (P. Kraus) نے اس کے بارے میں یہ تاثر دیا ہے کہ یہ ایک افسانوی کردار ہے۔ اس نظریہ کی تردید بروکلمان نے اپنی معروف کتاب ''تاریخ التراث العربی'' کی چوتھی جلد میں کی ہے۔ بروکلمان نے ثابت کیا ہے کہ دوسری صدی ہجری میں جابر بن حیان کے ہاتھوں علم کیمیاء کی تاسیس ہوئی۔ جابر بن حیان ایک حقیقی شخصیت ہے، نہ کہ ایک افسانوی کردار۔[25] عظیم مسلم کیمیاء دان کی حیثیت کو افسانہ قرار دینا اتفاقی نہیں ارادی معاملہ ہے، جس کا مقصد نئی نسل کو مسلمانوں کی سائنسی خدمات سے غافل رکھنا ہے۔

VIII-مسلمانوں کے علمی مقام کو کم تر کرکے بیان کرنا:

مستشرقین کا متعصب گروہ مسلمان سائنس دانوں کی سائنسی ایجادات اور کارناموں کو ان کے شایانِ شان انداز میں بیان نہیں کرتا، ان کے تحقیقی و تخلیقی کام کی قدر و منزلت کو گھٹا کر بیان کیا جاتا ہے۔ جابر بن حیان جو کہ تجرباتی کیمیا کا بانی ہے، اسے محض کیمیاگری تک محدود قرار دیا جاتا ہے۔ P.K. Hitti کے خیال میں وہ ساری عمر اسی کام میں لگا رہا کہ کس طرح لوہے، تانبے اور سیسے کو کسی پُر اسرار طریقے سے سونے یا چاندی میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔[26] اخلاقی گراوٹ اور فکری زبوں حالی پر مبنی یہ خیال اس عظیم سائنس دان کے علمی مقام و مرتبے کو کم کرنے کے مترادف ہے۔ اگرچہ وہ اس بات کا قائل تھا کہ کم قیمت دھاتوں کو سونے میں تبدیل کیا جاسکتا ہے لیکن اس کی تحقیقات کا دائرہ اس سے کہیں زیادہ وسیع تھا۔ وہ کیمیاء کے تمام علوم مثلاً تصعید، تحلیل، تقصیر اور کشید وغیرہ سے بخوبی

[25] Berokilman, Tarikh Al-Turas Al –Arabi, Berout, San-Nadarad, Volume:4,Page:93

[26] Philip K Hitti, History of the Arabs, Page: 380

واقف تھا، اس لحاظ سے وہ تجرباتی کیمیاء اور اس سے وابستہ دیگر علوم کا عظیم محسن تھا۔ اہمیت گھٹانے کی کوشش کرنے کا یہی طفلانہ و متعصبانہ رویہ Max Meyer Hof کے ہاں ملتا ہے، وہ عظیم مسلم سائنس دان رازی کے بارے میں لکھتا ہے کہ وہ ایک ماہر طبیب ضرور تھا مگر Harvey کے مقابلہ میں وہ کچھ نہ تھا۔[27]

IX- مسلمانوں کو "اہل عرب" کی اصطلاح میں مخاطب کرنا:

مشرقی علوم سے دلچسپی رکھنے والے مغربی علماء کی ایک واضح اکثریت نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ مسلمانوں نے سائنسی علوم و فنون کے ارتقاء میں کوئی قابلِ قدر کارنامہ انجام نہیں دیا۔ اگر کوئی چھوٹی موٹی علمی سرگرمی انہوں نے انجام بھی دی ہے تو "مسلمان" ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ "عرب" ہونے کی حیثیت سے انجام دی ہے۔ یوں مستشرقین نے مسلمانوں کے مذہب کو نظر انداز کر کے نسل اور وطن کو اہمیت دی ہے۔ ان کے اس رویے کی وضاحت ان کتب کے عنوانات سے ہوتی ہے جو انہوں نے مسلمانوں کی تاریخ و ثقافت کے مختلف پہلوؤں کو بیان کرنے کے سلسلے میں تحریر کی ہیں۔ اس ضمن میں چند کتب کے نام مع مؤلفین و مطابع ملاحظہ ہوں:

1- Brown, Edward G, Arabian Medicine, Imprint Offset Printers, Lahore, 1921

2- Hitti, P.K., History of the Arabs, Macmillan, London, 1968

3- Meyer Hof, Studies in Medieval Arabic Medicine, London, 1926

X- مسلمانوں پر الزام کہ ان کی سائنسی ترقی کے محرکات مذہبی نہیں تھے

اسلام غور و فکر اور فہم و تدبر کا درس دینے والا ایسا انسان دوست مذہب ہے جس میں عقائد و عبادات اور معاملات کے علاوہ انسانی فلاح اور خوش حالی کے حصول کے لئے کوششیں کرنے کی بھی واضح تعلیمات دی گئیں ہیں، یہی وجہ ہے

---

[27] Max Meyer Hof, The Legacy of Islam ,Oxford University Press, London, 1949, Page. 344

کہ مسلمانوں نے جہاں تعلق باللہ کی مضبوطی کے لئے اقدامات کئے وہاں وہ مادی و سائنسی ترقیوں کے لئے بھی کوشاں نظر آئے۔ مسلمانوں کے تحقیقی و سائنسی رجحانات اور ان کے تاریخی پسِ منظر کے غیر جانبدارانہ مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ان کی تمام تر کامیابیوں کا سہرا اسلامی تعلیمات کے سر ہے۔ اس مخصوص نظریاتی پسِ منظر میں اس حقیقت کا یہ پہلو بھی تسلیم کیا جانا چاہیے کہ مختلف شعبہ ہائے حیات اور علمی میادین میں اُن کی ترقی کا اصل محرک قرآن، حدیث، سیرت اور فقہ سے ماخوذ وہ ابدی پیغام ہے جس کا مرکزی نقطہ انسان ہے۔ بلاشبہ انسان کی مادی و روحانی ترقی ہی اسلام کا بنیادی مطالبہ ہے۔ مسلمانوں کی سائنسی خدمات کو اسی صالح اور مذہبی پسِ منظر میں سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ان حقائق کے برعکس مستشرقین کی اکثریت یہ تاثر دینے کی کوشش کرتی ہے کہ مسلمانوں کو سائنسی میدان میں جو ارتقاء نصیب ہوا اس کے پیچھے کوئی روحانی جذبہ اور مذہبی محرک موجود نہ تھا۔ رابرٹ بریفالٹ کا مؤقف ہے کہ مسلمانوں میں ابتدائی دور میں جو مذہبی جوش و جذبہ موجود تھا وہ جلد ختم ہو گیا، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مذہب سے لگاؤ اور دینی معلومات میں کمی آنے لگی۔ اُس کا بیان ہے کہ جو کامیابیاں مسلمانوں کو حاصل ہوئیں وہ مذہبی نہیں بلکہ سیاسی تھیں، نیز مسلمانوں کی سائنسی ترقی ان کی کسی قابلیت کا نتیجہ نہیں بلکہ شام اور مصر کی مسیحی آبادیوں کی امداد اور دوستی پر مشتمل ہے۔[28] مستشرق موصوف کے بیان اور اس کے پسِ منظر کا تجزیہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ عالمِ استشراق انسانی تاریخ میں مسلمانوں کے مثبت کردار کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں اور مختلف حیلوں بہانوں سے ان کی علمی شناخت کو مسخ کرنے کے لئے کوششیں کرنا استشراقی ایجنڈے کا لازمی حصہ ہے۔

۳۔ خلاصہء بحث

تمام گزارشات کا حاصل یہ ہے کہ مستشرقین کی غالب اکثریت نے مسلمانوں کی علمی و فکری، خصوصاً سائنسی میدان میں خدمات کو اکثر اوقات نظر انداز کرنے کی بھرپور کوششیں کی ہیں، اگرچہ انصاف پسند، معتدل اور بڑی حد تک غیر جانبدار مستشرقین کی ایک اقلیت نے ہمیشہ مسلمانوں کی خدمات کو تحسین کی نظر سے دیکھا ہے اور اپنے خطبات و مقالات میں انہیں خوب سراہا ہے۔ ان خدمات کے اعتراف و بیان کے بجائے جن متعصب مستشرقین نے چشم

---

[28] Robert Briffault,Making of Humanity, G. Allen & Unwin ltd, London,2005, .185

پوشی اور ناانصافی کا رویہ اپنایا ہے انہوں نے مسلمانوں کے عظیم کارناموں کی مسخ شدہ تصویر پیش کی ہے۔ ان کی ساری فکر مذہبی جانب داری، سیاسی بے انصافی اور نسل پرستانہ افکار سے عبارت ہے۔ مسلمانوں کی سائنسی خدمات کے بارے میں منفی رویوں کا اظہار کر کے مستشرقین جو نتائج سامنے لانا چاہتے ہیں ان کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے:

i- مسلمانوں میں آزاد فکر و نظر اور ذہنی صلاحیّت کی کمی ہے کیونکہ ان کا مذہب عملاً اجتہاد کی ترغیب نہیں دیتا۔

ii- مسلمان سائنس دانوں نے کسی قسم کا کوئی تحقیقی، تخلیقی یا تنقیدی کارنامہ انجام نہیں دیا بلکہ دوسری تہذیبوں اور زبانوں (یونانی، رومی، سریانی، قبطی، ایرانی، ہندوستانی) کے ورثہ کو اپنی زبان میں منتقل کر دیا۔

iii- دینِ اسلام محض روایت پرستی، رجعت پسندی اور دقیانوسیت کا نام ہے۔

iv- مسلمانوں کے لئے اس کے علاوہ اور کوئی چارہء کار باقی نہیں کہ مغربی فکر و فلسفہ کو مکمل طور پر اپنا لیں۔

مستشرقین کے ان منفی اور الزامی رویوں کے اہداف و مقاصد کے پیشِ نظر مسلمانوں کو سائنسی میدان میں ایک واضح اور متحرک حکمتِ عملی وضع کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ مغربی پروپیگنڈا کا شکار ہونے کے بجائے نوجوان نسل کو حقیقت حال سے آگاہ کیا جائے، اس ضمن میں بہت ضروری ہے کہ مختلف علمی و فکری میادین میں مستشرقین کے رویوں کا ناقدانہ جائزہ لیا جائے اور اسلامی فکر و فلسفہ پر ان کے اعتراضات کا جواب دینے کے لئے عالمی سطح پر ایک علمی مجلس قائم کی جائے، اس علمی مجلس کی سرگرمیوں کو باقاعدگی کے ساتھ شائع کیا جائے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)